

اُردو شاعری کا نسائی تناظر

ڈاکٹر ناہید قمر

اسٹنٹ پروفیسر اُردو

وفاقی اُردو یونیورسٹی، اسلام آباد

FEMININE PERSPECTIVE OF URDU VERSE

Naheed Qamar, PhD

Assistant Professor of Urdu

Federal Urdu University, Islamabad

Abstract

Through the history of Urdu literature, woman poets have either been marginalized or they were like unheard voices of a male dominant society. In the back drop of a typical mindset, they were never too free to create an idiom of their own to express their thoughts and sentiments in any genre of poetry. But for the last few decades, a categorical shift can be seen in this regard, and now Pakistani women poets are defining their roles and voices themselves. This article is a study of the works of contemporary Pakistani women poets.

Keywords:

فاطمہ حسن نسائی، ادا جعفری، کشور ناہید، ادب، شاعری، تخلیق، ناہیدیت، برصغیر،

کراچی، عورت، ریت، محکومی

نسائی ادب کے حوالے سے دیکھیں تو ایک طویل عرصے تک عورت ادب تو کیا، تاریخ کے بھی حاشیے پر نظر آتی ہے۔ جس کی وجہ ایک تو برصغیر کا روایتی تہذیبی پس منظر ہے جس میں اردو شاعری نے جس نہج پر نشوونما پائی اس میں عورت کے لیے اپنے جذبات و خیالات کے تخلیقی اظہار کے مواقع بہت کم تھے۔ اس پر مستزاد شعری اظہار کی مقبول ترین صنف غزل کا مزاج مردوں کی تہذیبی اہمیت کا آئینہ دار تھا۔ پھر خواتین کے لیے تذکیر کا صیغہ توڑنا اور غزل کو گیت کے نسائی رنگ سے بچالے جانا اہل نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جن خواتین شعرا نے ابتدا میں غزل کا پیرایہ اظہار اپنایا وہ تذکیر کے صیغے پر ہی انحصار کرتی رہیں بلکہ کہیں کہیں یہ صورتحال اب بھی دیکھی جاسکتی ہے مگر مجموعی طور پر شاعرات اب اپنا محاورہ تشکیل دینے میں کامیاب ہو چکی ہیں۔

ہمارے ہاں خواتین کی ایک بڑی تعداد ایسے ماحول میں پرورش پاتی ہے جہاں ان کے لیے تابع فرمان ہونے کے علاوہ کسی دوسرے کردار کا تصور بھی ممکن نہیں۔ ایسی خواتین بھی ہیں جو معاشی طور پر آزاد خود مختار اور خود شناس ہونے کے باوجود بھی سماجی عافیت کے پیش نظر متذکرہ کردار کو ہی ترجیح دیتی ہیں۔ بعض خواتین مرد کی بالادستی ناپسند کرنے کے باوجود مفاہمت کی راہ اپناتی ہیں۔ لیکن کچھ ایسی خواتین بھی ہیں جو اس بالادستی کے خلاف رد عمل کا اظہار کرتی ہیں۔ ان میں سے کچھ کا رویہ جارحانہ اور کچھ کا خاموش احتجاج پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ تقسیم حتمی نہیں ہے۔ انسانی ذہنوں کی درجہ بندی ایک پیچیدہ اور نامنتہم مشق ہے۔ حدیں مبہم اور غیر واضح ہوتی ہیں اور کہیں کہیں تو ایک ہی دائرے میں باہم متصادم و متضاد رویے بھی یکجا ہو سکتے ہیں۔ تاہم زیادہ تر خواتین تخلیق کاروں کا تعلق آخری زمرے سے ہے۔ یہ سب غیر منصفانہ رویوں کو ناپسند کرتی ہیں۔ اس حوالے سے کچھ شاعرات کے کلام میں تخلیقی مزاحمت پر مبنی رد عمل کی مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

ہمارے خواب

سانس لے رہے ہیں آج بھی

کوئی دیا بجھا نہیں

کہ ہم ابھی تھکے نہیں

اور اک صدی سے دوسری تلک

سفر میں ہیں (سفر باقی ہے۔ ادا جعفری) (۱)

ٹوٹا ہوا تار زندگی کا

تدبیر رنو سکھا گیا ہے

جھومر یہ نگار زندگی کا

بکھرا تو کہاں کہاں سجا ہے (بلا عنوان۔ زہرہ نگاہ) (۲)

میں کہ بے نام ہوں
 میرا کیا نام ہے
 میرا آغاز ہی میرا انجام ہے
 پیٹھ کر عمر بھر غم کی دہلیز پر
 میں نے رشتوں کے ریشم ہی سلجھائے ہیں
 میں نے ہی ظلم کے سارے کانٹے چنے
 راستے میں نے صدیوں کے سیدھے کیے
 پھر بھی الزام میرے ہی سر آئے ہیں
 سنگ لوگوں نے مجھ پر ہی برسائے ہیں (اے مرے محسنو۔ شبنم کھلیل) (۳)

میں شاعری کرتی ہوں
 کیونکہ میں نے خودکشی نہیں کی (کشورناہید) (۴)

یہ جو تنہائی ہے شاید مری تنہائی نہ ہو
 گونجتا ہو نہ سماعت میں سکوت
 اور شب و روز کی لاش
 میری دہلیز پہ ایام نے دفنائی نہ ہو (فہیدہ ریاض) (۵)

ہر طرف بکھرے ہوئے ہیں ماہ واٹھم ٹوٹ کر
 رات کا سارا سناہب عمر بھر شیشے کا ہے (شاہین فقی) (۶)

مرے اس شہر میں اونچی فصیلیں ہیں
 جو آنکھوں اور زبانوں
 اور ایمانوں کے بلبے سے بنی ہیں
 انہیں جب چاند سورج چھو نہیں سکتے
 تو ہم کیا ہیں (منصورہ احمد) (۷)

کرنے کے جو کام نہیں تھے وہ بھی کر کے دیکھ لیے
ریت پہ میں نے کشتی کھینچی، شہر بنایا پانی پر (یاسمین حمید) (۸)

میں عہد نو کی پروردہ
قلم سے آشنا ہستی
ہنر کی عاشقی میں مبتلا ہستی
خود اپنی آگہی کے ذائقے پہچانتی ہوں
اور اپنے عہد کی
سچی گواہی دے رہی ہوں (آگہی کا ذائقہ - شاہدہ حسن) (۹)

کپڑے کے پھول
کاغذ کی چڑیا، مٹی کی عورت
سارے ثقافتی ورثے میں
صرف پیوند اور زخم (ثقافتی ورثہ - نسرین انجم بھٹی) (۱۰)

دیکھ ان ہاتھوں کی لکیروں میں
ایک گھر کی اداس تنہائی
ایک دل کی عجیب سی صورت
اک طلب کا دھیان سہا ہوا
ایک حرفِ ملال کی شدت (دیکھ دیکھے ہوئے - بشری اعجاز) (۱۱)

میں اپنے پاؤں میں بندھی گریہ کی بیڑیوں کو
بس تھوڑا سا ڈھیلا کر رہی ہوں
زیادہ دور نہیں جاؤں گی
ایک قہقہہ لگا کر، ایک سسکی بھر کر
یا ایک لظم لکھ کر لوٹ آؤں گی (سسکی، قہقہہ اور لظم - عطیہ داؤد) (۱۲)

تجھے جب بھی کوئی دکھ دے

اس دکھ کا نام بیٹی رکھنا (شیلی بیٹی کے نام۔ سارا شگفتہ) (۱۳)

ڈاکٹر فاطمہ حسن نسائی ادب کے حوالے سے اپنے مضمون ”گزشتہ صدی سے عہدِ نو تک اردو ادب میں نسائی شعور“ میں لکھتی ہیں:

”نسائی ادب، اردو ادب کا قابلِ قدر حصہ ہے۔ نسائی شعور کی روایت ہمارے ثقافتی رجحان کی ترجمانی کرتی ہے۔ یہ خواتین کے ادراک اور شعور کی آئینہ دار ہے۔ نسائی اظہار کا رویہ تاریخ سے جڑا ہوا ہے۔ نسائی ادب و تنقید نئے مغرب کی ثقافتی ہے اور نہ اس کا کوئی تصادم ہماری اقدار سے ہے۔ بلکہ یہ ہماری آبادی کے نصف حصے کے ذہنی و فکری سفر کا مطالعہ پیش کرتا ہے۔“ (۱۴)

ان تمام شاعرات کے موضوعات کی دنیا الگ الگ ہے۔ طرزِ فکر جدا اور اسلوب بھی۔ ادا جعفری کی شاعری کسی شدید ردِ عمل کی شاعری نہیں ہے۔ زہرہ نگاہ کے یہاں روایتی لیکن باشعور عورت کا تخلیقی اظہار ملتا ہے۔ کشورناہید کی شاعری ایک لبرل ذہن رکھنے والی خاتون کی ذہنی اور شخصی الجھنوں کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے۔ پروین شاکر نے محبت اور اس سے وابستہ کیفیات کو موضوع بنایا۔ شبنم کھلیل اور شاہدہ حسن کا تخلیقی محرک روایتی اقدار سے صورت پذیر ہوتا ہے۔ حمیرا رحمان نے بے وطنی کے احساس کو مؤثر پیرایے میں پیش کیا ہے۔ منصورہ احمد اور فاطمہ حسن کے یہاں نئی سمتوں کی تلاش کی کوشش نظر آتی ہے۔ شمینہ راجہ خود کو روایت کے دائرے میں رکھنا پسند کرتی ہیں۔ نسرین انجم بھٹی اور سارا شگفتہ کی نظمیں گہرے سماجی شعور کی عکاس ہیں۔ یاسمین حمید کی شاعری جدید طرزِ احساس سے مملو دھیمے لہجے کا احتجاج اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ بشری اعجاز کی شاعری ایک نئی شہزاد کا بیان ہے۔

تانیسی قرأت کے حوالے سے دیکھیں تو یہ شاعری اپنے دو واضح رخ رکھتی ہے۔ ایک طرف تو خالص نسائی جذبوں کا اظہار ہے جس کی مثال پروین شاکر، شبنم کھلیل اور نوشی گیلانی کی شاعری میں ملتی ہے تو دوسری طرف ایک واضح Feminist رویہ ہے جو فہمیدہ ریاض، کشورناہید، عذرا عباس، نسرین انجم بھٹی اور سارا شگفتہ کی شاعری میں ملتا ہے لیکن گزشتہ تین دہائیوں میں ہم کچھ ایسی شاعرات کے کلام سے بھی متعارف ہوئے ہیں جو ان دونوں رجحانات سے مختلف لہجے اور متوازن مزاج کی حامل ہیں اور جس میں اپنے عصر کا شعور کسی بھی دوسرے شاعر سے کم نہیں۔ اس رخ کی نمائندگی یاسمین حمید، شاہین مفتی، شمینہ راجہ، پروین شاکر، زہرہ نگاہ اور فاطمہ حسن کے یہاں ملتی ہے۔ اسی حقیقت کی نشاندہی شاہدہ حسن نے اپنے مضمون ”نسائی شعور زندگی“ میں کی ہے:

”اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پاکستانی خواتین کے تخلیق کردہ شعر و ادب کو اہم اور لائق مطالعہ قرار دیے بغیر اور ان کے نسائی شعور کو سمجھے بغیر، عصری حسیت کی تفہیم کی کوئی بھی کوشش کامیاب نہیں کی جاسکے گی۔“ (۱۵)

تانیثیت کو عام طور پر عورت کی انا پرستی قرار دیا جاتا ہے جو وہ مردوں کے بنائے ہوئے معاشرے کے فرسودہ معیارات کے خلاف ردِ عمل کے طور پر ظاہر کرتی ہے۔ یہ مفہوم کسی بھی لحاظ سے درست نہیں۔ خاص طور پر جس جس زدہ معاشرہ میں ہم رہتے ہیں وہاں صرف اسی رویے کے ذریعے ان مردہ روایات کو توڑا جاسکتا ہے جس نے عورت کے لیے بالخصوص اس سماج کو مکروہ اور پر تشدد بنا رکھا ہے۔ جو شاعرات تانیثیت کے کسی بھی تصور کی حامل دکھائی دیتی ہیں انھوں نے کم از کم اُردو شاعری کی حد تک محض فطری آزادی کے موضوعات کو ہی نہیں برتا بلکہ ہر طرح کی سیاسی سماجی تحریک کے اثرات بھی قبول کیے ہیں۔ گزشتہ چند دہائیوں میں اس خطے کی خواتین لکھاریوں کا سب سے اہم کارنامہ اپنی سچائیوں اور صلاحیتوں کی دریافت اور ان کا اعلان ہے لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ ابھی ہمیں ان سچائیوں کی تکریم کی عادت نہیں ہوئی۔ صدیوں پرانے تہذیبی اور فکری رویے آسانی سے تبدیل نہیں ہوا کرتے۔ لیکن چونکہ تانیثیت پر مبنی افکار و مطالعات آج تمام دنیا میں مقبول ہو رہے ہیں لیکن اُردو میں صورتحال کسی قدر افسوسناک ہے کہ یہاں تو بیشتر لوگ تانیثیت کے معنی ہی نہیں جانتے اور اسے زنا نہ پن کے مترادف سمجھتے ہیں۔ جبکہ تانیثی شعور دراصل ان مابعد جدید رویوں سے آگہی کا نام ہے جو ہماری فکر کا مکمل حصہ نہیں بن سکے کیونکہ ہماری اقدار روایتی طور پر مردوں کی فکر کے تابع رہی ہیں۔ ان میں عورت کا حصہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ اب صورتحال یہ ہے کہ عورت مرد کی حاکمیت اور رسم و رواج کی قید سے آزاد ہو کر خود کو اس آئینے میں دیکھ رہی ہے جو اس کا اور اس سے متعلق معاشرے کا سچا اور اصل روپ سامنے لاسکے۔ یہی بیچہ ہے کہ شاعری کے معاصر منظر نامے میں شاعرات کے یہاں اپنی اصل اور معاشرے کی متعین کردہ شناخت سے متعلق سوالات کثرت سے ملتے ہیں۔

ہمیں ہمارے اجالوں میں دیکھنا ہوگا

یہ کیوں گمان کہ دل کا کوئی نصاب نہ تھا (ادا جعفری) (۱۶)

باغ کا حصہ تو میں بھی ہوں مگر میرا وجود

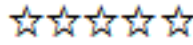
سبز بھی اتنا نہیں ہے اور کچھ خود رو بھی ہے (پروین شاکر) (۱۷)

نا جانے کون سا طعنہ بڑا ہے

کہ لڑکی اور اس پر شاعرہ ہے (فاطمہ حسن) (۱۸)

عورت اور لفظ کا رشتہ معلوم تاریخ میں تقریباً ساڑھے تین ہزار برس سے قائم ہے۔ قدیم مصری تہذیب میں محفوظ شاعری کے نمونوں سے لے کر آج تک عورت نے انفس و آفاق کے مابین پھیلی ہوئی اس دنیا میں جو کچھ سوچا ہے، محسوس کیا ہے اور بیان کیا ہے وہ ہماری ادبی و تہذیبی تاریخ کا بہت اہم حصہ ہے۔ مظلومی، محرومی اور محکومی سے شعور و آگہی تک کا یہ سفر جدوجہد کی ایک روشن تاریخ لیے ہوئے ہے۔ ممکن ہے اس سفر کے دوران فریاد کی لے اور احتجاج کی لو کہیں تیز بھی ہوئی ہو تو بھی ضرورت اس امر کی ہے کہ اس جدوجہد کی اہمیت اور اس کے حق کا اعتراف کیا جائے اور تخلیق کی قدر پائی صرف اس کے تخلیقی معیار پر کی جائے نہ کہ چند موضوعات پر جو عورت کے لیے مخصوص سمجھ لیے جائیں۔ زاہدہ حنا اپنی تصنیف ”عورت زندگی کا زندان“ میں لکھتی ہیں:

”برصغیر کی عورت گزشتہ ساٹھ ستر برس سے اردو ادب میں اور صرف اردو ہی کیوں برصغیر کی تمام زبانوں میں اپنی فنکاری اور ہنرمندی ثابت کر رہی ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اپنے سے پہلے گزرنے والی عورتوں کی تخلیقی ہنرمندیوں کو دریافت کریں اور مرد کیلئے ادب اور تاریخ کا ایسا سچا نصاب مرتب کریں جو اس کے ذہن سے عورت کے بارے میں تحفظات، بے جا برتری اور غاصبانہ رویوں کے چالے صاف کر سکے۔“ (۱۹)



حوالے

- (۱) سہ ماہی ادبیات پاکستان اہل قلم خواتین، خصوصی شمارہ، ۲۰۰۷ء، ص ۲۱۱
- (۲) ایضاً، ص ۲۱۳
- (۳) ایضاً، ص ۲۱۹
- (۴) ایضاً، ص ۳۵۰
- (۵) ایضاً، ص ۲۳۱
- (۶) ایضاً، ص ۲۸۰
- (۷) ایضاً، ص ۲۰۷
- (۸) ایضاً، ص ۲۳۶

- (۹) ایہا، ص ۲۷۸
- (۱۰) ایہا، ص ۲۲۳
- (۱۱) ادبیات خواتین کا عالمی ادب، ۲۰۰۲ء، ایہا، ص ۸۷۵
- (۱۲) ایہا، ص ۹۰۰
- (۱۳) ایہا، ص ۸۷۷
- (۱۴) ڈاکٹر قاضی عابد، مشمولہ اُردو ادب اور تائیدیت، مرتبہ پورب اکادمی اسلام آباد، ۲۰۱۶ء، ص ۵۵
- (۱۵) مشمولہ خاموشی کی آواز، وعدہ کتاب گھر، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۲۱
- (۱۶) پاکستانی اہل قلم خواتین، ص ۲۲۱
- (۱۷) ایہا، ص ۲۳۶
- (۱۸) ایہا، ص ۲۳۲
- (۱۹) زاہدہ حنا، عورت زندگی کا زنداں، الحمد پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۱۸۵

